قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة مريم

(۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ
تَعْبُدُ مَالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ
مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ

اور اِس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو۔[150] بے شک، وہ ایک راست باز انسان[151] اور (اللہ کا) نبی تھا۔ یاد کرو، جب اُس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان، آپ اُن چیزوں کی پرستش کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کے کسی کام آ سکتی ہیں؟ ابا جان، حق یہ ہے کہ میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے، اِس لیے آپ میری پیروی کریں، میں آپ کو سیدھی راہ دکھاؤں گا۔ ابا جان،

۱۵۰۔ پیچھے نصاریٰ کو سیدنا مسیح علیہ السلام کے حوالے سے جن حقائق پر توجہ دلائی ہے، یہ اب اُنھی کو دوسرے انبیا علیہم السلام کی تعلیمات سے مؤکد کیا ہے۔ اِس میں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہوا ہے، اِس لیے کہ دعوت و شہادت کے لیے ذریت ابراہیم کے انتخاب سے جس دور نبوت کی ابتدا ہوئی، اُس کے امام وہی ہیں۔

۱۵۱۔ اصل میں لفظ 'صِدِّیْق' آیا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ وصف یہاں اِس لیے نمایاں کیا ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین، دونوں کو توجہ دلائی جائے کہ جن کو اپنا ابوالآبا کہتے ہو، وہ تمھاری طرح خدا سے بدعہدی اور بے وفائی

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

آپ شیطان کی بندگی نہ کریں، اِس میں شبہ نہیں کہ شیطان خداے رحمٰن کا بڑا ہی نافرمان ہے۔ ابا جان، (اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو) مجھے ڈر ہے کہ آپ کو خداے رحمٰن کا کوئی عذاب آپکڑے گا اور آپ شیطان کے ساتھی بن کر رہ جائیں گے۔[152] ۴۱-۴۵

کرنے والے نہیں تھے، بلکہ راست باز، صداقت شعار اور خدا کے کامل وفادار تھے۔ لہٰذا اُن سے نسبت اور اُن کی وراثت کے حق دار بننا چاہتے ہو تو ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ اُن کے یہ اوصاف تم بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

۱۵۲؎ یہ نبوت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گفتگوؤں کا خلاصہ ہے جو اُنھوں نے اپنے باپ آذر سے کی ہیں۔ اِس میں 'يٰٓاَبَتِ' کی تکرار بتا رہی ہے کہ حضرت ابراہیم نے یہ گفتگو کس دل سوزی، دردمندی اور محبت کے ساتھ کی ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، ایک سعادت مند بیٹے کے اندر باپ کی گمراہی سے جو تعلق خاطر اور اضطراب ہونا چاہیے، وہ اِس گفتگو کے فقرے فقرے سے نمایاں ہے۔ اپنے باپ کو اُنھوں نے اِس گفتگو میں چند حقائق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے اِس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ آخر اپنے ہی ہاتھوں کی گھڑی ہوئی اِن پتھر کی مورتوں کو معبود مان کر اِن کی پوجا کرنے کا کیا تک ہے؟ کسی کو معبود بنا لینا کوئی شوق اور تفریح کی چیز نہیں ہے۔ اِس کا تعلق تو انسان کی سب سے بڑی احتیاج سے ہے۔ انسان خدا کو اِس لیے مانتا ہے اور اُس کی عبادت کرتا ہے کہ وہ اُس کی دعا و فریاد کو سنتا، اُس کے دکھ درد کو دیکھتا اور اُس کی ہر مشکل میں اُس کی دست گیری کرتا ہے۔ آخر یہ آپ کے اپنے ہی ہاتھوں کی گھڑی ہوئی مورتیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں، نہ آپ کے کچھ کام آسکتی ہیں، کس مرض کی دوا ہیں کہ آپ اُن کے آگے ڈنڈوت کرتے ہیں۔ یہ گویا شرک کے بدیہی باطل ہونے کی دلیل ہے کہ اُس کے باطن سے قطع نظر اُس کا ظاہر ہی شہادت دیتا ہے کہ یہ کھلی ہوئی سفاہت اور عقل و فطرت سے بالکل بے جوڑ چیز ہے۔

دوسری حقیقت یہ واضح فرمائی کہ خدا کے معاملے میں یہ طے کرنا کہ اُس کا کوئی شریک ہے یا نہیں اور ہے تو کون ہے، یہ مجرد ظن و گمان رکھنے والی چیز نہیں ہے۔ آدمی ایک خدا کو تو اِس لیے مانتا ہے کہ فطرت اور عقل، آفاق اور انفس

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنۡتَ عَنۡ اٰلِهَتِیۡ یٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ لَاَرۡجُمَنَّكَ وَاهۡجُرۡنِیۡ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾

باپ نے کہا: ابراہیم، کیا تم میرے معبودوں سے برگشتہ ہو رہے ہو؟ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمھیں ضرور سنگ سار کر دوں گا۔[۱۵۳] اِس لیے تم (اپنی خیر چاہتے ہو تو) مجھ سے ہمیشہ کے لیے دور ہو۔ ۴۶

کے اندر اُس کی شہادت موجود ہے اور ہر انسان، جس کی فطرت سلیم ہو، اُس کے ماننے پر مضطر ہے، لیکن دوسروں کو ماننے کے لیے کیا مجبوری ہے کہ خواہ مخواہ کو اُن کو بھی شریک خدا بنا کر اپنے سر پر لاد لے۔ اِس معاملے میں اعتماد کی چیز 'العلم'، یعنی وہ علم حقیقی ہے جو خدا کی طرف سے وحی کے ذریعے سے آتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے اپنے باپ کو دعوت دی کہ وہ ایسے اہم معاملہ میں مجرد وہم کی پیروی نہ کریں، بلکہ اُن کی پیروی کریں۔ وہ اُن کے سامنے اُس علم حقیقی کو پیش کر رہے ہیں جو خدا کی طرف سے اُن کے پاس آیا ہے۔ اِسی علم سے اُس راہ کی طرف رہنمائی ہو گی جو خدا تک پہنچانے والی سیدھی راہ ہے۔ 'سیدھی راہ'، یعنی یہ راہ بندے کو ہر واسطے اور ہر وسیلے سے بے نیاز کر کے براہ راست خدا تک پہنچانے والی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ یہ راہ توحید کی راہ ہے۔

تیسری حقیقت یہ واضح فرمائی کہ شیطان کو سب سے زیادہ کد اور ضد، جیسا کہ قصۂ آدم و ابلیس سے واضح ہے، توحید کی صراط مستقیم ہی سے ہے۔ اُس نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ وہ ذریت آدم کو اِس صراط مستقیم سے برگشتہ کرنے کے لیے اپنا پورا زور لگا دے گا اور اُن کو شرک میں مبتلا کر کے چھوڑے گا۔ خداے رحمٰن کے ایسے کھلے ہوئے باغی کی ایسی وفادارانہ اطاعت درحقیقت اُس کی عبادت ہے اور بدقسمت ہے وہ انسان جو خدا کو چھوڑ کر شیطان کی عبادت کرے۔

چوتھی حقیقت یہ واضح فرمائی کہ اب تک تو آپ کے لیے ایک عذر تھا کہ خدا کی ہدایت آپ کو نہیں پہنچی تھی، لیکن اب جب کہ خدا کی ہدایت آپ کو پہنچ چکی ہے، آپ کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا، اِس وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آپ خدا کی پکڑ میں نہ آ جائیں اور شیطان کے ساتھی بن کر اُسی انجام سے نہ دوچار ہوں جو شیطان اور اُس کے اولیا کے لیے مقدر ہے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۶۵۸)

۱۵۳؎ قبائلی تمدن میں باپ کو بیٹوں پر اور آقاؤں کو اُن کے غلاموں پر اِسی طرح کے غیر محدود اختیارات حاصل تھے۔ جس طرح آقا کسی جرم کی پاداش میں اپنے غلاموں کو قتل تک کر سکتے تھے، اِسی طرح باپ بھی بیٹوں اور بیٹیوں کو جو سزا چاہیں، دے سکتے تھے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قَالَ سَلٰمٌ عَلَیۡکَ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَکَ رَبِّیۡ اِنَّہٗ کَانَ بِیۡ حَفِیًّا ﴿۴۷﴾ وَ اَعۡتَزِلُکُمۡ وَ مَا
تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَکُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّیۡ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾

ابراہیم نے کہا: (اچھا پھر) آپ کو میرا اسلام ہے۔[۱۵۴] میں آپ کے لیے اب اپنے پروردگار سے بخشش کی دعا کروں گا۔[۱۵۵] حقیقت یہ ہے کہ وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ (اگر آپ کی رائے یہی ہے تو) میں آپ لوگوں کو بھی چھوڑتا ہوں اور اُن کو بھی جنھیں آپ لوگ خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ میں تو اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا۔ مجھے امید ہے کہ اپنے پروردگار کو پکار کر میں محروم نہ رہوں گا۔[۱۵۶] ۴۷-۴۸

۱۵۴؎ ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے ہجرت و براءت کے اِس موقع پر، یہ نہایت شستہ اسلوب میں وداعی سلام ہے۔

۱۵۵؎ باپ کی طرف سے نہایت سنگ دلانہ رویے کے باوجود یہ وعدہ دلیل ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کس درجہ رقیق القلب، دردمند اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ قرآن کے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ دعا اُس وقت تک کرتے رہے، جب تک اللہ تعالیٰ نے اُن کو اِس سے روک نہیں دیا۔

۱۵۶؎ اپنے باپ کے لیے دردمندی اور محبت کے ساتھ یہ اعلان براءت حق و صداقت کے لیے جس حمیت کا اظہار ہے، وہ بھی نہایت غیر معمولی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''حضرت ابراہیم کے اِس اعلان براءت میں جو زور، جو اعتماد علی اللہ اور خلق سے جو بے نیازی ہے، وہ لفظ لفظ سے نمایاں ہے۔ اول تو حضرت ابراہیم نے جمع کا صیغہ 'وَاَعۡتَزِلُکُمۡ' استعمال کیا ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اُنھوں نے صرف آزر ہی سے نہیں، بلکہ اُس کے تمام حواریوں، ہم نواؤں اور خاندان سے بھی اعلان براءت کر دیا۔ اِس کے ساتھ 'وَمَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ' کہہ کر اُن کے تمام معبودوں کو بھی اُن کے ساتھ شامل کر دیا، گویا اُنھیں بھی لات مار دی۔ پھر بات کو صرف منفی پہلو ہی سے کہنے پر بس نہیں کیا، بلکہ اُس کو مثبت پہلو سے بھی آشکارا کر دیا۔ فرمایا کہ 'وَاَدۡعُوۡا رَبِّیۡ' میں صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اُس کے سوا میں کسی اور معبود سے آشنا نہیں۔ آخر میں اپنے رب پر اپنے غیر متزلزل اعتماد کا اظہار فرمایا کہ میں اپنے رب کو پکار کے کبھی محروم نہیں رہا ہوں، امید ہے کہ اِس آزمایش میں بھی اُس کی نصرت اور رہنمائی میرے ساتھ ہو گی۔ ایک طرف تو وہ نرمی، دوسری طرف یہ سختی! درحقیقت نرمی و سختی کا یہی امتزاج اور اُن کی یہی بہم آمیزی ہے جو ایک داعی حق کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ جب

فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَكُلًّا
جَعَلۡنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

پھر جب وہ اُن کو چھوڑ کر الگ ہو گیا اور اُن کو بھی جنھیں وہ خدا کے سوا پوجتے تھے تو ہم نے اُس کو اسحٰق اور یعقوب دیے اور اُن میں سے ہر ایک کو نبی بنایا[157] اور اُن کو اپنی رحمت سے حصہ ارزانی کیا اور اُن کو اونچے درجے کی سچی اور پایدار نام وری عطا فرمائی۔[158] ۴۹-۵۰

تک آدمی موم کی طرح نرم اور پتھر کی طرح سخت نہ ہو، وہ حق کی کوئی خدمت انجام نہیں دے سکتا۔‘‘

(تدبرقرآن ۴/ ۶۶۰)

۱۵۷؎ اپنی قوم سے ہجرت کے بعد رسولوں کو بالعموم اٹھا لیا جاتا ہے، لیکن حضرت ابراہیم کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فلسطین اور جزیرہ نماے عرب میں توحید کے مراکز قائم کرنے کا ایک دوسرا مشن اُن کے سپرد کیا اور اُن کی قربانیوں کے صلے میں نبوت آیندہ کے لیے اُنھی کی نسل کے ساتھ خاص کر دی۔ چنانچہ یہ پوری نسل اب قیامت تک کے لیے خدا کی وہ منتخب امت ہے جو قوموں پر اتمام حجت کے لیے برپا کی گئی ہے۔ یہ اِسی امتنان کا ذکر ہے جس کے نتیجے میں اُن کے بیٹے اسحٰق اور اسحٰق کے بیٹے یعقوب اور یعقوب کے بیٹے یوسف، سب نبی بنا دیے گئے تاکہ اِس امت کی ابتدا اُسی شان اور اہتمام کے ساتھ کی جائے جو اُس کے منصب کا تقاضا ہے۔ یہ نبوت بالکل اُسی نوعیت کی تھی، جیسے انسانیت کی ابتدا کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کو دی گئی۔ اِس کے لیے کسی قوم کی طرف اُن کی بعثت ضروری نہیں تھی۔

اسمٰعیل علیہ السلام کا معاملہ، البتہ مختلف ہے۔ حضرت ابراہیم کے لیے ہجرت کی برکات میں سے اولین اور سب سے بڑی برکت وہی تھے۔ چنانچہ نبوت کے ساتھ وہ رسالت کے منصب پر بھی فائز کیے گئے اور اُن لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے جو بیت اللہ کے گردونواح میں آباد تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا ذکر یہاں نہیں کیا گیا، بلکہ آگے مستقلاً اور پورے اہتمام کے ساتھ ہوا ہے۔

۱۵۸؎ یہی نام وری ہے جس کے لیے حضرت ابراہیم نے دعا کی تھی۔ سورۂ شعرا (۲۶) کی آیت ۸۴ میں اِس کا ذکر ہوا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

’’...مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اُن کی دعوت کو خوب فروغ دیا اور اُن کو وہ پایدار عزت و شہرت حاصل ہوئی جو دنیا

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ مُوۡسٰۤی اِنَّہٗ کَانَ مُخۡلَصًا وَّکَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَیۡنٰہُ
مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَیۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰہُ نَجِیًّا ﴿۵۲﴾ وَوَہَبۡنَا لَہٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ
نَبِیًّا ﴿۵۳﴾

اور اِس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کرو۔ بے شک، وہ ایک برگزیدہ شخص[159] اور رسول نبی[160] تھا۔ ہم نے اُس کو طور کے مقدس[161] کنارے سے آواز دی اور اُس کو اپنے قریب بلایا، ہم اُس سے کچھ راز کی باتیں کر رہے تھے۔ اور اپنی عنایت سے اُس کے بھائی ہارون کو ہم نے نبی بنا کر اُسے (مددگار کے طور پر) دے دیا۔ ۵۱-۵۳

میں کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اُس کی پایداری کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں برس گزر گئے، لیکن اُس پر کہنگی نہیں آئی۔ سینکڑوں، ہزاروں جلیل القدر انبیا و مصلحین اِس مبارک خانوادے سے اٹھے اور حضرت ابراہیم کے مشن کو زندہ کرتے رہے۔ آخر میں حضرت اسمٰعیل کی نسل سے اِسی ملت ابراہیم پر حضرت سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی جس سے اُس عظمت وشہرت کو بقاے دوام حاصل ہو گیا۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۶۶۲)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۵۹؎ اصل میں لفظ 'مُخۡلَصًا' آیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصی معاملہ کیا کہ اُن سے براہ راست کلام فرمایا۔ یہ لفظ اُن کے اِسی امتیازی وصف کو بیان کرتا ہے۔ آگے 'قَرَّبۡنٰہُ نَجِیًّا' کے الفاظ میں اِس کی وضاحت کر دی ہے۔ انبیا علیہم السلام میں سے اِس نوعیت کے تقرب و تکلم اور راز و نیاز کے لیے وہی منتخب کیے گئے۔ ایک مددگار نبی کا ملنا بھی اِسی نوعیت کا خصوصی امتیاز ہے جو کسی دوسرے پیغمبر کو حاصل نہیں ہوا۔ اُن پر یہ عنایت، خود اُن کی خواہش پر اِس لیے کی گئی کہ وہ فرعون جیسے جابر بادشاہ کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور اِس کے ساتھ یہ ذمہ داری بھی اُن پر ڈالی گئی تھی کہ وہ بنی اسرائیل جیسی قوم کی اصلاح و تنظیم کا فریضہ انجام دیں جو دینی اور اخلاقی انحطاط کی آخری حد کو پہنچ چکی تھی۔

۱۶۰؎ یعنی نبوت کے ساتھ رسالت کے منصب پر بھی فائز تھے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جن لوگوں کی طرف مبعوث کیے گئے، اُن کی طرف خدا کی عدالت بن کر آئے تھے کہ اُن کا فیصلہ اِسی دنیا میں کر دیں۔

۱۶۱؎ اصل میں لفظ 'الۡاَیۡمَن' آیا ہے۔ اِس کے معنی داہنے کے بھی ہیں اور مبارک و مقدس کے بھی۔ ہم نے دوسرے معنی کو ترجیح دی ہے، اِس لیے کہ سورۂ طٰہٰ (۲۰) کی آیت ۱۲ سے اِس کی تائید ہوتی ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾
وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

اور اِس کتاب میں اسمٰعیل کا ذکر کرو۔ بے شک، وہ وعدے کا سچا[162] اور رسول نبی تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کی تلقین کرتا تھا[163] اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا[164]۔ ۵۴-۵۵

اور اِس کتاب میں ادریس کا ذکر کرو۔ اِس میں شبہ نہیں کہ وہ بھی راست باز اور نبی تھا اور ہم نے (ابراہیم کی طرح) اُس کو بھی اونچے مرتبے تک پہنچایا تھا[165]۔ ۵۶-۵۷

۱۶۲؎ یہ اُس وعدے کی طرف اشارہ ہے جو اُنھوں نے اپنے باپ سے اپنے ذبح کیے جانے سے متعلق کیا تھا اور جب اُس کی تکمیل کا وقت آیا تو بغیر کسی ادنیٰ تردد کے اپنی گردن چھری کے نیچے دے دی تھی۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''...'صَادِقَ الْوَعْدِ' بظاہر مرکب تو صرف دو لفظوں سے ہے، لیکن یہ مومن و مسلم کے کردار کی ایک جامع تعبیر ہے۔ اللہ کا جو بندہ اپنے رب سے کیے ہوئے عہد میں راست باز ہے اور اُس کی خاطر اپنی گردن کٹوا سکتا ہے، اُس نے ایمان و اسلام کی معراج حاصل کر لی۔ رہے وہ لوگ جو ابراہیم و اسمٰعیل کے نام پر محض نسب فروشی اور لاف زنی کر رہے تھے، اُن کے سامنے قرآن نے یہ آئینہ رکھ دیا ہے کہ وہ اُس میں اپنی سیاہ روئی کا مشاہدہ کر لیں۔''
>
> (تدبر قرآن ۴/ ۶۶۵)

www.javedahmadghamidi.com

۱۶۳؎ تمام شریعت کی بنیاد اِنھی دو چیزوں پر ہے۔ یہاں اِن کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو یہ سرگذشتیں سنائی جا رہی ہیں، وہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد تھے، مگر نماز اور زکوٰۃ، دونوں سے بے پروا ہو چکے تھے۔

۱۶۴؎ یعنی اپنے پروردگار کے نزدیک بالکل ٹھیک ویسا ہی تھا، جیسا خدا اپنے بندوں کے لیے چاہتا ہے کہ وہ ہوں۔ کسی بندۂ مومن کے کامل العیار ہونے کا یہ آخری درجہ ہے جس کے بعد مزید کچھ کہنے کی گنجایش نہیں رہتی۔

۱۶۵؎ یہ نوح علیہ السلام سے پہلے کے انبیا میں سے ہیں۔ یہاں اِن کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر نبوت کا جو سلسلہ ختم ہوا ہے، اُس کی ابتدا غالباً اِنھی سے ہوئی تھی۔ اِس لحاظ سے یہ اُن کے مثیل ہیں۔ چنانچہ ان کی صفات بھی وہی بیان کی گئی ہیں جو اوپر سیدنا ابراہیم کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ اِن کے ذکر سے قرآن نے ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اور اُن کے بعد نبوت کے دونوں ادوار کا احاطہ کر لیا ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ وَ مِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ
نُوۡحٍ وَّ مِنۡ ذُرِّیَّۃِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡرَآءِیۡلَ وَ مِمَّنۡ ہَدَیۡنَا وَ اجۡتَبَیۡنَا ؕ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ
اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا
الصَّلٰوۃَ وَ اتَّبَعُوا الشَّہَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ

یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے پیغمبروں میں سے اپنا فضل فرمایا، آدم کی اولاد میں سے[۱۶۶] اور اُن لوگوں کی نسل سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی پر) سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور اسرائیل کی نسل سے اور اُن لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا تھا۔ اُن کو جب خداے رحمٰن کی آیتیں سنائی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے جاتے تھے۔[۱۶۷] پھر اُن کے بعد وہ ناخلف اُن کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز ضائع کر دی اور خواہشوں کے پیچھے چل پڑے۔[۱۶۸] سو عنقریب وہ اپنی گمراہی کے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۶۶؎ یہ اشارہ اُس راے کی تائید کرتا ہے جو ہم نے اوپر حضرت ادریس کے متعلق ظاہر کی ہے۔ چنانچہ عام خیال بھی یہی ہے کہ بائیبل میں جن بزرگ کا نام حنوک بتایا گیا ہے، وہی ادریس علیہ السلام ہیں۔

۱۶۷؎ یہ اُن لوگوں پر تعریض ہے جو پیغمبروں کے نام لیوا تھے، مگر اللہ کی آیتوں کو سن کر نہایت استکبار اور رعونت کے ساتھ اُنھیں جھٹلا دیتے تھے۔

۱۶۸؎ یہ وہ اصل مدعا ہے جس کے لیے اوپر کی سرگذشتیں سنائی گئی ہیں۔ گویا مخاطبین سے کہا ہے کہ تم پر افسوس، ابراہیم اور یعقوب اور دوسرے جلیل القدر انبیا کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہو، مگر اُن کے لائے ہوئے تمام دین کو برباد کیے بیٹھے ہو۔ اِس میں خاص طور پر نماز کو ضائع کر دینے کا ذکر کیا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ نماز ہی وہ چیز ہے جو صبح و شام بندے کو وہ عہد یاد دلاتی ہے جو اُس نے اپنے پروردگار سے باندھ رکھا ہے۔ یہ ضائع ہو جائے تو جلد یا بدیر آدمی پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ اِس کے بعد اتباع شہوات کا ذکر ہے جس کا لازمی نتیجہ اللہ کی راہ میں انفاق سے محرومی ہے۔ چنانچہ اصل مانع کا ذکر کر دیا ہے تاکہ زکوٰۃ اور انفاق کی طرف اشارہ بھی ہو جائے اور نماز اور زکوٰۃ، دونوں کے ضائع کر دینے کا سبب بھی سامنے آ جائے۔

صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ
وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا
اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ
عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

انجام سے دوچار ہوں گے۔ البتہ جو توبہ کرلیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو یہی لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور اُن کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہوگی۔ ہمیشہ رہنے والے باغوں میں، جن کا خداے رحمٰن نے اُس دنیا میں اپنے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے جو آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ اُس کا وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ وہ اُس میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے، اُن کے لیے وہاں سلام ہی سلام ہوگا۔[۱۶۹] اُن کا رزق صبح وشام اُس میں مہیا ہوگا۔[۱۷۰] یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُن کو بنائیں گے جو خدا سے ڈرنے والے ہوں گے۔[۱۷۱] ۵۸-۶۳

۱۶۹؎ یعنی ایک دوسرے کی طرف سے بھی اور خدا کے فرشتوں کی طرف سے بھی جو اُن کی فیروزمندی پر ہر جگہ اُن کا خیر مقدم سلام وتحیت سے کریں گے۔

۱۷۰؎ آیت میں 'رِزْق' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، یہ انوار و برکات الٰہی اور نفحات روح و ریحان کو بھی شامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کے جسم و جان اور دل و دماغ کے لیے یہ تمام عنایات صبح وشام اُن پر وہاں ہوتی رہیں گی۔

۱۷۱؎ یہ آخر میں مخاطبین پر واضح کر دیا ہے کہ تم اپنے زعم میں جو چاہو، سمجھتے رہو، مگر خدا کا فیصلہ یہی ہے کہ اُس کی جنت پر مدعی اور بوالہوس کا حق نہیں ہے۔ یہ اُنھی کو ملے گی جو اُس سے ڈرنے والے ہیں۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org